اسلام آباد/ راولپنڈی میں قیامت صغرٰی کا منظر

انسانی تدبیروں کا کھوکھلا پن

تحریر: حافظ مقصود احمد اسلام آباد

23 جولائی کو اسلام آباد/ راولپنڈی میں موسلا دھار بارشوں کی حشر سامانیوں نے جو تباہی مچائی اور ہشاش بشاش معاشرے میں حسرتوں اور مایوسیوں کے اثرات چھوڑے، راقم الحروف نے 27 جولائی کے خطبہ جمعۃ المبارک میں اس موضوع پر اظہار خیال کیا۔ جسے افادۂ عام کیلئے ضبطِ تحریر کیا گیا۔

قرآن مجید میں بڑی تفصیل کے ساتھ پہلی قوموں کے حالات و واقعات اور انجام کو بیان کیا گیا ہے تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں ان سے عبرت حاصل کریں اور ان جیسا کردار نہ دہرائیں اور اس عذاب سے محفوظ رہیں جو سابقہ قوموں پر نازل ہوا۔ قرآن مجید ان واقعات کو بطورِ تاریخ یا تفریحِ طبع کیلئے بیان نہیں کرتا بلکہ ڈرانے اور عبرت دلانے کیلئے بیان کرتا ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ پہلی قوموں کے حالات یا انجام سے ہمارا کیا تعلق؟ بلکہ انسانی برادری کیلئے اللہ رب العزت کا ایک ہی قانون ہے۔ جو تبدیل نہیں ہوتا۔ ﴿**سنة الله التی قد خلت من قبل و لن تجد لسنة الله تبديلا**﴾ (الفتح: ۲۳)۔ یہ اللہ کا قانون جو شروع سے چلا آ رہا ہے اور آپ اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔

اسی لئے قرآن مجید ہمیں دعوت فکر دیتا ہے کہ ہم تاریخ انسانی کا مطالعہ اور زمین میں چل پھر کر ان عبرت گاہوں کا مشاہدہ کریں۔ جو ویران بستیوں، اجڑے ہوئے در و دیوار، مکینوں سے خالی گھروں اور کھنڈرات کی شکل میں نظر آ رہی ہیں۔ ﴿**أفلم يسيروا فی الارض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم دمر الله عليهم و للكفرين أمثالها**﴾ (محمد: ۱۰) ''کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلی قوموں کا انجام کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر تباہی کو مسلط کر دیا اور کافروں کا انجام اس سے مختلف نہیں ہوگا''۔ جیسا کہ قرآن مجید اہل مکہ کو عبرت دلانے کے لئے گویا ہے۔ ﴿**وإنكم لتمرون عليهم مصبحين وباالليل أفلاتعقلون**﴾ ترجمہ: ''بے شک تم دن اور رات ان (قوم لوط) کے پاس سے صبح کے وقت اور رات کی گھڑی میں بھی گزرتے ہو۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ معلوم ہوا کہ اہل مکہ یہ تسلیم کرتے تھے کہ قوم لوط اللہ کے عذاب سے تباہ ہوئی مگر اس کے باوجود اس سے عبرت حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ اسی

طرح حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو نصیحت کر رہے ہیں۔ ﴿ویٰقوم لا یجرمنکم شقاقی أن یصیبکم مثل ما أصاب قوم نوح أو قوم هود أو قوم صالح وما قوم لوط منکم ببعید﴾ (ھود:۸۹) ترجمہ: ''اے میری قوم! میری مخالفت کی وجہ سے تم ایسا کام نہ کرو کہ تم پر اللہ کا وہ عذاب نازل ہو جو قوم نوح، عاد اور ثمود پر نازل ہوا اور قوم لوط تو تم سے کچھ زیادہ فاصلے پر نہیں''۔ اسی طرح قرآن مجید بار بار فرعون کا تذکرہ کرتا ہے اور آنے والوں کیلئے اسے باعثِ عبرت قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ النازعات آیت:۲۶ میں فرمایا: ﴿إن فی ذلک لعبرۃً لمن یخشیٰ﴾ ''بے شک اس میں سامان عبرت ہے ہر اس شخص کیلئے جو ڈرتا ہے۔'' سورۃ الزخرف آیت:۵۶ میں فرمایا ﴿فجعلناهم سلفاً و مثلاً للآخرین﴾ ہم نے ان (قوم فرعون) کو پیش رو اور آئندہ نسلوں کیلئے باعثِ عبرت بنا دیا۔

اللہ کے عذاب سے ڈرنے کا حکم: وہ لوگ جو کسی عذاب کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کیلئے ہے۔ ہم اس سے محفوظ ہیں کیونکہ ہمارے گھر پختہ ہیں یا ہم ایسی جگہ پر ہیں جہاں سیلاب کا پانی نہیں پہنچ سکتا یا ہمیں ایسے وسائل میسر ہیں جن کی بنا پر محفوظ جگہوں پر پہنچ سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو قرآن مجید تنبیہ کر رہا ہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے بھاگ نہیں سکتے۔ اللہ کے فیصلے غالب ہیں۔ اللہ کا عذاب وہاں سے آتا ہے جہاں سے انسان کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا ﴿أفأمن الذین مکروا السیٔات أن یخسف اللہ بهم الأرض ...﴾ (النحل:۴۵-۴۷) ترجمہ: ''کیا وہ لوگ جو بری تدبیروں میں لگے ہوئے ہیں، وہ اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے محفوظ سمجھتے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان کے پاس وہاں سے عذاب آ پہنچے جہاں سے ان کے وہم وگمان میں بھی نہ ہو، یا ان کے چلتے پھرتے عذاب آ جائے اور وہ اللہ کو عاجز نہ کر سکیں یا ان کے پاس خوف کی حالت میں عذاب آئے۔'' ان آیات کریمہ میں عذاب کی مختلف اقسام کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن سے کوئی بھی اپنے آپ کو بالاتر قرار نہیں دے سکتا۔ گزشتہ سال تھر کے علاقے میں رہنے والوں کیلئے قحط سالی کا عذاب تھا تو راولپنڈی/ اسلام آباد کے لوگ سمجھتے تھے کہ یہ تو صرف ان کیلئے ہے ہم تو محفوظ ہیں۔ آج دن دیہاڑے یہ جڑواں شہر پانی میں ڈوبتے نظر آ رہے ہیں تو دیگر علاقے کے لوگوں کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہم محفوظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بے شمار لشکر ہیں۔ وہ کسی بھی لشکر سے کام لے سکتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الانعام میں فرمایا: ﴿قل هو القادر علی أن یبعث علیکم عذاباً من فوقکم أو من تحت أرجلکم ... و یذیق بعضکم بأس بعض﴾ (۶۵) ترجمہ: ''کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر سے عذاب بھیج دے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے، یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر کے باہمی جنگ وجدال کا مزہ چکھائے۔''

قران مجید میں عذاب کے واقعات کو بار بار اس لئے دہرایا گیا ہے تاکہ انسان کو یقین ہو جائے کہ وہ

اللہ تعالیٰ کے دست قدرت سے باہر نہیں، اگر آج اسے مہلت ملی ہوئی ہے تو یہ رب کریم کا انعام ہے جس کی اسے قدر کرنی چاہیے اور توبہ وانابت کے ذریعے اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کل یہ خود دوسروں کیلئے باعث عبرت بن جائے۔

سیلاب کے عبرتناک مناظر: اخبارات، ٹی وی اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے اسلام آباد/ راولپنڈی میں سیلاب کی تباہ کاریوں کا تذکرہ ہنوز جاری ہے۔ یہ ایک معمولی سا جھٹکا تھا، نہ تو یہ قوم نوح والا سیلاب تھا نہ قوم عاد والا طوفان، مگر اسی روز شام کو جڑواں شہروں کی سڑکوں اور محلوں کا منظر کچھ ایسا دکھائی دے رہا تھا جیسا کہ اجڑے ہوئے شہروں اور تباہ شدہ بستیوں کا حال ہوتا ہے۔ عوام کے چہروں پر مایوسی کے چھائے ہوئے بادل اور افراتفری کا عالم کسی قیامتِ صغریٰ کی نشاندہی کر رہا تھا۔ بڑے بڑے تاجروں کا سامان تجارت، دوکانداروں کی بھری ہوئی دکانیں، امراء کے دولت کدوں کا قیمتی اثاثہ اور فقراء کی زندگی بھر کی جمع پونجی، سب کچھ ان کی آنکھوں کے سامنے پانی کی نذر ہو رہا تھا۔ مگر وہ اپنی جانیں بچانے کی فکر میں تھے، کچی آبادیوں کے تو نام ونشان مٹ گئے۔ سینکڑوں جانور مالکوں کی حفاظت سے آزاد جگہ جگہ غرق ہو رہے تھے۔ مگر کوئی ان کا پرسان حال نہ تھا۔ سڑکوں کے کناروں پر جگہ جگہ خراب شدہ گاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ ٹریفک کا سسٹم جام ہو چکا تھا۔ نالوں میں انسانی لاشیں تیرتی ہوئی، کچھ درختوں سے اٹکی ہوئی اور کچھ کیچڑ میں دبی ہوئی برآمد ہو رہی تھیں۔ صرف راولپنڈی شہر کے تجارتی علاقے کا نقصان اربوں سے متجاوز ہے۔ اس سیلاب نے انسانی کمزوریوں اور ان کی پلاننگ کے کھوکھلے پن کو بھی عیاں کر دیا، اونچی اونچی جگہوں پر اور وی آئی پی سیکٹروں میں رہائش رکھنے ولا طبقہ بھی اس سیلاب کی زد سے محفوظ نہ رہ سکا۔ پورے ملک کو کنٹرول کرنے والے وزارتی اداروں (سیکرٹریٹ) میں بھی سیلاب کے ریلے انسانی تدبیروں کو خاک میں ملاتے نظر آ رہے تھے۔

ان روشن حقائق کے باوجود اگر کوئی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے محفوظ تصور کرے اور اس زعم میں مبتلا رہے کہ اس کی سیاہ کاریوں کا محاسبہ کرنے والا کوئی نہیں تو اسے آنے ولا وقت بتلائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت کس طرح آتی ہے، اس حادثے کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ تبدیلی کے وہ آثار جو ہمارے معاشرے میں نظر آنے چاہئیں تھے، نظر نہیں آتے۔ نہ مسجدوں کی رونق بڑھی، نہ کسی نے فحاشی وبے حیائی سے بیزاری کا اظہار کیا، نہ انڈیا کی غلیظ فلموں کی کیسٹیں تلف کی گئیں، نہ سینماؤں کے دروازے بند کئے گئے، نہ کاروبار میں کسی نے دھوکا بازی اور ملاوٹ سے توبہ کی، نہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا عہد کیا اور نہ توبہ وانابت کے ہاتھ اٹھتے نظر آئے۔ اخبارات میں صرف حکومت سے مطالبات کئے گئے ہیں یا اس کی بے حسی کی مذمت، مگر ربِ کائنات کی بارگاہ میں گڑگڑانے اور اپنی اصلاح کرنے کی کوئی تحریک پیدا نہیں ہوئی۔ اس حادثے کی یہ تاویل کرنا کہ شہر کا

سیوریج سسٹم صحیح نہیں تھا یا لئی نالے کو اس کا سبب قرار دینا حقیقت کے اعتراف سے پہلو تہی کے مترادف ہے۔
ہمارے لئے اس میں سبق یہ ہے کہ اپنی اور تمام مخلوقات کی کمزوری، بے بسی اور عاجزی کا اعتراف کر کے صرف اور صرف ایک اللہ تعالیٰ کی بڑائی، عظمت اور کبریائی کو تسلیم کر لیں، اس کے حضور گڑگڑائیں اور آنسو بہائیں کہ اس کو ہماری حالت پر ترس آجائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ﴿فلو لا إذجاءهم بأسنا تضرعوا ولكن قست قلوبهم و زين لهم الشيطن ما كانوا يعملون ﴾ (الانعام:۴۳) ترجمہ: ''ہمارے عذاب کے وقت ان قوموں نے تضرع و عاجزی سے کام کیوں نہ لیا؟ لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے بھی ان کے اعمال ان کیلئے بڑے خوبصورت بنا دیئے'' معلوم ہوا کہ تباہ ہونے والی قومیں اگر عذاب کے نزول سے پہلے گڑگڑا کر معافی مانگ لیتیں تو اللہ تعالیٰ کو ان کی عاجزانہ حالت پر ضرور ترس آجاتا۔ جس طرح کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر اللہ تعالیٰ کو ترس آگیا اور ان سے عذاب کو ٹال دیا گیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا وقت بالکل قریب پہنچ چکا تھا۔ سورۃ یونس:۹۸ میں ارشاد فرمایا: ﴿فلو لا كانت قرية امنت فنفعها إيمانها إلا قوم يونس .... ومتعنٰهم إلى حين ﴾ ترجمہ: ''ہلاک ہونے والی کسی بستی کے لوگ ایمان کیوں نہ لے آئے کہ اگر وہ ایمان لے آتے تو وہ ایمان ان کو فائدہ دیتا، البتہ قوم یونس ایمان لے آئی تو ہم نے رسوا کر دینے والا عذاب دنیا میں روک لیا اور ان کو ایک مدت تک فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کر دیا۔'' یونس علیہ السلام کی قوم نے جب دیکھا کہ حضرت یونس علیہ السلام عذاب کی وعید سنا کر جا چکے ہیں تو وہ پشیمان ہو گئی۔ ساری قوم بچوں اور جانوروں کو لے کر گھروں سے باہر نکل گئی اور گڑگڑانے لگی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی عاجزی اور بے کسی پر ترس آگیا اور ان سے عذاب کو ٹال دیا گیا۔

ہمارے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کا یہی راستہ ہے۔ حکومتی تدبیروں کا مطالبہ کرنا یا محفوظ مقامات کو تلاش کرنا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچا نہیں سکتا، جس طرح کہ نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان نے کہا تھا ﴿ساٰوى إلى جبل يعصمني من الماء قال لا عاصم اليوم من أمر الله إلا من رحم ﴾ (ھود:۴۳) ترجمہ: ''میں ابھی پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا جو مجھے سیلاب سے بچا لے گا تو حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: آج اللہ کے فیصلے سے کوئی چیز بھی نہیں بچا سکے گی۔ وہی بچے گا جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا۔''

ہم تو گناہوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر ٹس سے مس نہیں ہوتے، بلکہ ہمارے گناہ تو ہمیں مزید نافرمانی پر اکسا رہے ہیں، جب کہ امام کائنات نبی اکرم ﷺ کی حالت تو یہ تھی کہ (ماهبت الريح قط الا جثى النبى ﷺ) (بلوغ المرام) ترجمہ: ''جب کبھی آندھی آتی تو نبی اکرم ﷺ پریشان ہو جاتے، گھٹنوں کے بل ہو کر عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے۔''

انسان کی عاجزی اللہ کو پسند ھے :اللہ رب العزت چاہے تو انسان کو بغیر کسی عمل اور بغیر کسی دعا کے نواز دے، کیونکہ وہ ہما ے عمل کا ضرورت مند نہیں۔ لیکن یہ اس کا دستور نہیں، وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس سے مانگیں، اس کے سامنے گڑگڑائیں اور عاجزی کا اظہار کریں۔ جس طرح کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ میں قحط سالی کی وجہ سے نمازِ استسقاء کیلئے پھٹے پرانے کپڑے پہن کر، تضرع اور عاجزی کی حالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر باہر کھلے میدان میں نکل آتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ حالت دیکھ کر ترس آ جائے۔ (ترمذی) حالانکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ مدینہ طیبہ میں اس کے محبوب پیغمبر سید الکونین، رحمۃ للعالمین ﷺ موجود ہیں اور انہیں بارش کی ضرورت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی برگزیدہ ہستیاں موجود ہیں۔ لیکن پھر بھی قحط سالی پڑ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر ﷺ باہر نکل کر بڑی عاجزی کے ساتھ دعائیں کرتے ہیں تو بارش نازل ہوتی ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ خطبہ ارشاد فرمارہے ہیں کہ ایک صحابی عرض کرتے ہیں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! دعا کیجئے اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے۔ کیونکہ مویشی ہلاک ہورہے ہیں۔ راستے منقطع ہورہے ہیں، پورے علاقے میں قحط ہے۔ آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر (جو عاجزی کی علامت ہے) دعا فرمائی، تو نماز جمعہ کے فوراً بعد بارش شروع ہوگئی اور ہفتہ بھر مسلسل جاری رہی، اگلے جمعے کو پھر وہی صحابی کھڑے ہوکر درخواست کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ دعا فرمائیں بارش رک جائے۔ اب تو گھر گرنا شروع ہوگئے ہیں اور راستوں میں چلنا پھرنا مشکل ہوگیا ہے۔ آپ ﷺ مسکرائے۔ پھر آپ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ! بارش کو دوسرے علاقوں میں جہاں ضرورت ہے منتقل فرما دے تو بادل چھٹ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو بارش کے نزول سے پہلے کی کیفیت بھی معلوم تھی اور مسلسل بارش کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال کا بھی علم تھا، مگر بارش کا نزول اور بادلوں کا چھٹنا اس دعا کے ساتھ منسلک ہے جو بڑی عاجزی کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو حضرت یونس علیہ السلام کی حالت معلوم تھی کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں کتنے اندھیروں اور پانی کی گہرائیوں میں ہیں، مگر رہائی تب ہوئی جب حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے اور اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہیں۔ ﴿لا إلـه إلا أنـت سبـحـانـك إنـي كـنـت مـن الـظـلـمـيـن﴾ (الانبیاء:۸۷) ترجمہ: ''اے اللہ! تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں تو ہر قسم کے نقص سے مبرا ہے، بیشک میں ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔'' سورۃ الصفت :۱۴۳۔۱۴۴ میں فرمایا: ''اگر یونس علیہ السلام تسبیح کے کلمات ادا نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے۔''

اسی طرح حضرت آدم اور اماں حوا علیہما السلام عاجزی اور تضرع کا اظہار کرتے ہیں تو ان کی توبہ قبول ہوجاتی ہے۔ ﴿ربنـا ظلمنا أنفسنا ... لنكونن من الخسرين﴾ (الاعراف:۲۳)۔ انسان کو

اللہ تعالیٰ نے علم وشعور کی دولت سے نوازا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا حق ہے کہ وہ اس کی عظمت و کبریائی کے سامنے سہم کر رہے اور اس کے غصے سے ہمیشہ ڈرتا رہے اور بڑی عاجزی سے اس کے سامنے دستِ سوال دراز کرے تاکہ اسے ترس آجائے۔ یہاں تو جانور اور حشرات الارض بھی الحاح وزاری کے ساتھ مانگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ مسند احمد اور مستدرک حاکم کی روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بارش کی دعا کرنے کیلئے باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک چیونٹی ٹانگیں آسمان کی طرف اٹھا کر دعا مانگ رہی ہے کہ ''اے اللہ! ہم بھی تیری مخلوق ہیں اور تیری بارانِ رحمت کی ضرورت مند ہیں۔'' یہ دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ فوراً واپس چلو کہ ''تمہارے علاوہ اور مخلوق بھی دعا کررہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا ہے۔''

اللہ اپنی تمام مخلوقات کے نفع ونقصان کو جانتا ہے۔ مگر وہ چاہتا ہے کہ مانگنے والے اس سے مانگیں اور جھک کر مانگیں، عاجزی سے مانگیں کہ اس کے سامنے جھکنا بھی بہت بڑا اعزاز ہے، جو گردن اس کے سامنے نہیں جھکتی وہ حق رکھتی ہے کہ توڑ دی جائے۔ جو ہاتھ اس کے سامنے دراز نہیں ہوتے چاہیے کہ وہ کاٹ دیئے جائیں۔

اب ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ اس مصیبت کے آنے پر ہم میں کس قدر عاجزی پیدا ہوئی ہے؟ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں توبہ وانابت کا کس قدر جذبہ پیدا ہوا ہے؟ جتنی اپیلیں ہمارے تاجر بھائیوں نے حکومت سے کی ہیں اگر اتنی دعائیں رب کے حضور کرتے اور اس نقصان کے بعد پہلے اجلاس میں توبہ واستغفار کا عہد کرتے اور اپنی تجارت کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھال لینے کا اقرار کرتے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس نقصان کی تلافی فرمادیتا، اور ضائع شدہ مال کو گناہوں کی بخشش اور رفع درجات کا ذریعہ بنا دیتا، کیونکہ مومن کا نقصان ہو تو وہ صبر کرتا ہے اور صبر کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے بیک وقت تین انعامات کا اعلان فرمایا ہے:

﴿أولئک علیهم صلوٰت من ربهم ورحمة وأولئک هم المهتدون﴾ (البقرۃ:۱۵۷) ترجمہ: ''ان کیلئے ان کے رب کی طرف سے تعریف، مغفرت اور رحمت ہے اور وہ ہدایت پانے والے ہیں۔''

آیئے! اس واقعے کو ہم کتاب وسنت کے تناظر میں دیکھیں۔ اس میں ہم سب کیلئے جو سامانِ عبرت ہے اسے اپنے حافظوں میں جگہ دیں اور اپنے کردار وعمل کو درست کرلیں کیونکہ معمولی سی تنبیہ حقیقت میں آخرت کے بڑے عذاب سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرمندہ ہونے سے پہلے پہلے اپنا محاسبہ کرنے کی تمہید ہے، یہ مسئلہ صرف اسلام آباد/ راولپنڈی کے مکینوں کا نہیں بلکہ پورے پاکستان، پوری ملتِ اسلامیہ اور پوری انسانیت کا مسئلہ ہے۔ ﴿إن فی ذلک لآیات لکل صبار شکور﴾ ترجمہ: ''بیشک اس میں صبر اور شکر کرنے والے کیلئے بڑی بڑی نشانیاں اور سامان عبرت ہے۔''

(بشکریہ: دعوۃ التوحید۔ اسلام آباد)